کراچی الیکشن: جہالت بمقابلہ جہالت

تحریر: سہیل احمد لون

90 کی دہائی کے وسط کی بات ہے میں جرمنی میں مقیم تھا جب پاکستان سے میرے ایک عزیز دوست کا فون آیا۔ وطن عزیز سے فون آنا کوئی عمومی بات نہیں تھی کیونکہ عام طور پر یہ فرض پردیسیوں کے لیے تصور کیا جاتا تھا۔ دوست نے ایک منٹ میں حال احوال پوچھ کر فون کرنے کا مقصد بھی بیان کر دیا۔ اس کے بولنے کی رفتار بالکل ایسی ہی تھی جیسے نجی چینل پر ساٹھ سیکنڈ میں بیس خبریں بتانے والوں کی ہوتی ہے۔ دوست نے بتایا کہ چیمہ صاحب کا جرمنی کا ویزا لگ گیا ہے اور جہاز کی ٹکٹ بھی کنفرم ہو چکی ہے۔ میں ان کو فرینکفورٹ ایئر پورٹ سے ریسیو کروں اور اس کے بعد کچھ دن مہمان داری کرنے کے بعد جب ان کو وہاں کے موسم و حالات سے ذرا واقفیت ہو جائے تو اسائلم کیس کروانے میں ان کی مدد کر دوں۔ چیمہ صاحب کو میں نے پہلے کبھی دیکھا نہیں تھا، دوست نے ان کا حلیہ بتا دیا اور دوستی نبھانے کے لیے میں مذکورہ وقت سے پہلے ہی فرینکفورٹ ایئر پورٹ پر جا پہنچا۔ یہ اچھے وقتوں کی بات ہے جب لاہور سے براہ راست جرمن ایئر لائن لانزالفتھنسا چلا کرتی تھی۔ چیمہ صاحب کو پہلی ہی نظر میں پہچان لیا اور چیمہ صاحب نے بھی مجھے پہچاننے میں ذرا سی دیر نہ لگائی۔ ان دنوں پاکستان سے پہلی بار آنے والے اکثر چمڑے کی جیکٹ پہن کر آتے تھے۔ چیمہ صاحب سیالکوٹ کے ایک نواحی گاؤں سے تعلق رکھتے تھے اور جیسے دیکھنے میں سادہ تھے ویسے طبیعت کے بھی درویش تھے۔ یورپ پہنچنے کی اطلاع وہ اپنے گھر دینا چاہتے تھے لہذا ایئر پورٹ کے فون بوتھ میں چند مارک ڈال کر اطلاع دی اس کے بعد میں نے اپنے دوست کو بھی بتا دیا کہ آپ کی امانت کو میں بحفاظت گھر لے جا رہا ہوں۔ چیمہ صاحب کی آنکھوں میں خوشی کی ایک خاص چمک تھی۔ وہ تجسس بھری نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھتے اور بچوں کی طرح معصومانہ سوالات کرتے۔ ایئر پورٹ میں میکڈونلڈز سے کچھ کھانے کو لیا۔ تو چیمہ صاحب نے پوچھا کہ کاؤنٹر والی لڑکی جس نے ہمیں serve کیا تھا کیا وہ تمہاری واقف تھی؟ میں نے جواب دیا نہیں میں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا تو وہ زیر لب مسکرائے اور کہا باتیں کرتے ہوئے اتنا مسکرا رہی تھی کہ میں نے سمجھا کہ کہیں کوئی اور معاملہ نہ ہو۔ اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہم جس معاشرے میں بڑے ہوتے ہیں وہاں لڑکی کے مسکرا کر بات کرنے پر منفی تاثر لینا عام سی بات ہے بلکہ لڑکی کے ہنسنے پر محاورے بھی بن چکے ہیں۔ چیمہ صاحب سگریٹ نوشی بھی کرتے تھے، مہمان نوازی کی خاطر زندگی میں پہلی بار سگریٹ کا پیکٹ بھی خریدنا پڑا۔ دیوار میں نصب مشین میں پانچ مارک ڈالنے کے بعد سگریٹ کا برانڈ سلیکٹ کیا اور سگریٹ کا پیکٹ باہر آ گیا۔ جس پر چیمہ صاحب کچھ کہتے کہتے رکنے میں اکتفا کر گئے۔ کار میں بیٹھے تو چیمہ صاحب کو سیٹ بیلٹ کا کہا کہ برائے مہربانی اسے باندھ لیں ورنہ ساٹھ مارک جرمانہ عائد ہو سکتا ہے۔ جس پر انہوں نے کہا کہ یار جہاز میں بھی پیٹی باندھنا پڑی تھی اب کیا کار میں بھی؟ راستے میں ایک پٹرول پمپ پر گاڑی روکی تو میں نے گاڑی میں پٹرول ڈالا اور پھر پٹرول پمپ کی شاپ میں کھڑے کیشیر کو بل ادا کیا۔ جس پر چیمہ صاحب نے معصومانہ انداز میں کہا کہ حیرانی ہے کہ صرف ایک بندہ اتنے بڑے پٹرول سٹیشن پر کام

رہا ہے اور لوگ خود پٹرول ڈال کر ایمانداری سے جا کر پیسے دیتے ہیں۔ میں نے اے ٹی ایم سے کچھ پیسے نکالے تو اس وقت پاکستان میں اے ٹی ایم سروس متعارف نہیں ہوئی تھی جس پر چیمہ صاحب نے کہا کہ امیر ملک کی کیا ہی بات ہے اس کی دیواروں سے بھی پیسے نکلتے ہیں۔ وہ زمینداری کرنے والے بندے تھے موٹروے کے دونوں جانب دیکھتے ہوئے پھر سوال داغ دیا کہ یہاں گندم کی فصل بہت زیادہ ہے اور کھیتوں کی سطح ہموار نہیں بلکہ اونچے نیچے ٹیلوں کی مانند تھی۔ انہوں نے پوچھا کہ ایسی ناہموار سطح پر پانی کیسے دیتے ہیں؟ ایک مقام پر بہت پیارے پھول کھلے تھے اور کھیت میں ایک بورڈ بھی آویزاں تھا جس کے بارے میں' میں نے چیمہ صاحب کو بتایا کہ بورڈ پر لکھا ہے کہ پھول خود اتاریے، پھول کی قیمت بھی درج تھی اور وہاں ایک غلہ نما چیز بھی پڑی تھی جس میں پیسے ڈالنے تھے۔ بیچنے والا کوئی نہیں تھا سب گاہک کی ایمانداری پر چھوڑا گیا تھا۔ ٹریفک کا ڈسپلن کو دیکھ کر چیمہ صاحب نے مذاق کرتے ہوئے کہا کہ ہٹلر کی روح آج بھی یہاں سسٹم کو کنٹرول کر رہی ہے یہی وجہ ہے کہ ٹریفک کا نظم وضبط مثالی ہے۔ چیمہ صاحب نے چند دنوں میں بہت سے معصومانہ سوالات کیے جن کا جواب ان کو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مل گیا۔

ایسے کئی سوالات ہر اس شخص کے ذہن میں آتے جو پہلی بار وطن عزیز سے کسی ترقی یافتہ ملک میں آتا۔ مگر وہ لوگ جن کا ایک پاؤں پاکستان میں اور دوسرا یورپ، برطانیہ، امریکہ، کینیڈا، مشرق وسطی یا دیگر ترقی یافتہ ممالک میں ہوتا ان کے لیے سب عام سی چیز ہوتی ہے۔ ان کو تمام امور، قوانین، اصول وضوابط، کا بخوبی علم ہوتا ہے۔ ان میں سے اکثریت ان لوگوں کی ہوتی ہے جو ارباب اختیار ہیں۔ جو چاہیں تو وطن عزیز میں بھی ایسا نظام متعارف کرواسکتے ہیں، لوگوں کو اس پر عمل کرنے کی تربیت دے سکتے ہیں۔ مگر وہ یہ نہیں چاہتے کہ عوام ''جمہوری'' ہو جائے۔ برطانیہ میں ان دنوں عام انتخابات کے سلسلے میں انتخابی مہم کا آغاز ہو چکا ہے، سات بڑی سیاسی جماعتوں کے سیاسی رہنماء ٹی وی پر عوام کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں، عوام ان سے براہ راست سوالات کرتی ہے جس کے جوابات سب باری باری دیتے ہیں۔ ایک وقت میں ایک بولتا ہے باقی سنتے ہیں، کوئی کسی کی ذاتیات پر بات نہیں کرتا، کسی کی نجی زندگی سے زیادہ عوامی مسائل اور کے حل کی بات کرنے کو ترجیح دی جاتی ہے۔ کسی سیاسی جماعت کا سپورٹر یا سیاسی ورکر نہ ہی ہاتھ میں کوئی سیاسی پرچم لیے نظر آتا ہے اور نہ کوئی سیاسی رہنماء گلے میں سیاسی پرچم لٹکائے نظر آتا ہے۔ دیواروں پر سیاسی اشتہار بازی بھی نہیں اور گلی محلوں، بازاروں میں سیاسی جماعتوں کے بینرز بھی نہیں۔ گھروں میں لیف لیٹ کے ذریعے اپنی جماعت کا منشور پہنچایا جاتا ہے۔ جن لوگوں نے پوسٹ کے ذریعے ووٹ کاسٹ کرنے ہیں ان کے ووٹ تقریباً دس روز قبل گھر آ جائیں گے۔ ووٹ چاہے بیلٹ بکس میں ڈالیں یا پوسٹ کے ذریعے، نتیجہ آنے پر دھاندلی کا شور بھی نہیں ہوگا۔ کسی بھی پولنگ سٹیشن کو حساس قرار دے کر فوج کے زیر نگرانی کروانے کا بھی خیال کسی کو نہیں آئے گا۔ ہارنے والا جیتنے والے کو مبارک دیگا اور جیتنے والا انہیں کپڑوں میں کام شروع کر دے گا۔ 650 سیٹوں کے انتخاب کے لیے ملک میں 650 سیاسی ورکرز سڑکوں پر آمنے سامنے ہو کر ایک دوسرے کے خلاف نعرے بازی نہیں کرتے۔ وطن عزیز میں کراچی کے ایک حلقے میں انتخابات ہونے ہیں جس کی حدت برطانیہ تک محسوس کی جاسکتی ہے۔ ایم کیو ایم اور تحریک انصاف کے سپورٹرز سڑکوں پر آمنے سامنے ایسے نعرے بازی کر رہے ہیں جیسے کرکٹ کے سٹیڈیم کے باہر بھارتی اور پاکستانی شائقین۔ چیمہ صاحب کا مجھے کل فون آیا کہ وہ ایسٹر کی

چھٹیوں میں برطانیہ آ رہے ہیں میں ان کو لینے لندن کے ائیرپورٹ ہیتھرو پہنچا۔ائیرپورٹ سے گھر تک چیمہ صاحب امریکہ کے کسی تھینک ٹینک کی طرح باتیں کر رہے تھے۔آج چیمہ صاحب میرے پاس لندن میں تشریف فرما ہیں اور ٹی وی پر پہلے بی۔سی پر برطانیہ کی سات سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں کی ڈیبیٹ اور عوام سے سوال و جوابات دیکھے،پھر دیسی چینل پر اپنا سیاسی دنگل دیکھا۔جس پر چیمہ صاحب نے کہا کہ آج پتہ چلا کہ جرمنی جنگ عظیم کے بعد تباہ برباد ہونے کے باوجود چار دہائیوں میں پھر دنیا کے معاشی مستحکم ممالک میں شامل کیسے ہوگیا اور برطانیہ نے دنیا میں راج کرنے کی وجہ بھی پتہ چل گئی اور ہم آج بھی ٹرک کی بتی کے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔پرائمری پاس چیمہ صاحب بیس برس یورپ میں گزارنے کے بعد آج معصومانہ سوالات نہیں بلکہ بغیر سوال کیے ایسی باتیں کر رہے تھے کہ ہمارے کھوچل سیاسی رہنماؤں کو ان کے سامنے بٹھا دیا جائے تو وہ لاجواب ہو جائیں مگر ہم نے ابھی فرد کو باشعور کرنے کے بجائے لاشوں کی سیاست کا فیصلہ کر رکھا ہے اور کچھ بعید نہیں کہ تحریک انصاف کو کچھ لاشیں اگر انتخابات سے پہلے نہ ملیں تو بعد میں ضرور مل جائیں گی۔جس ملک کے آکسفورڈ میں پڑھنے والی کی ذہنیت ایسی ہو وہاں آپ الطاف حسین سے کیا توقع کرتے ہیں۔جو محرومیوں میں پلا اور ٹاٹ کے سکول کی ذلت سہتار رہا ہے۔کراچی کا انتخاب جہالت بمقابلہ جہالت دکھائی دیتا ہے جس میں کسی جانب سے بھی تعلیم یافتہ ہونے کا ثبوت نہیں دیا جا رہا۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

03-04-2015